# ہندوستان کا نصاب درس

اور

# اس کے تغیّرات

مولانا حکیم سیّد عبدالحیؒ
(سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

ناشر :
شعبۂ تعمیر وترقی دار العلوم ندوۃ العلماء ۔ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پیش لفظ

ہندوستان میں عرصہ دراز سے عربی مدارس میں ایک خاص نصاب تعلیم رائج ہے جو عام طور پر "درس نظامی" کے نام سے معروف ہے نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند میں بھی یہ نصاب کلاً یا جزاً مقبول ہے، اس عالمگیر مقبولیت کے باوجود بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ اس نصاب نے کس طرح ارتقاء کے مدارج طے کیے وہ کن نصابوں کا جانشین رہا ہے اس کی موجودہ شکل کس طرح بنی اس میں معقولات کا غلبہ کس طرح ہوا اور کیونکر منطق و فلسفہ کی کتابوں میں غیر ارادی طریقہ پر اضافہ ہوتا چلا گیا اس میں علمی و تعلیمی حیثیت سے کس طرح کے نقائص اور ناہمواریاں پائی جاتی ہیں، یہ سب سوالات ہیں جن کے جواب سے اچھے اچھے مدرسین اور اہل علم قاصر ہیں اسلیئے کہ اسکی تاریخ اور ہندوستان کے نصاب درس کی روداد اور اسکے عہد بعہد کے تغیرات کی داستان ان کے سامنے نہیں، خود درس نظامی کے حلقوں میں یہ ناواقفیت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ بہت سے اہل علم و درس کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ درس نظامی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ بغداد کے مدرسۂ نظامیہ میں رائج تھا حالانکہ اس نصاب کی بیشتر کتابوں کے مصنفین مدرسۂ نظامیہ بغداد کے زوال و فنا کے کئی سو برس کے بعد پیدا ہوئے۔

اہل علم کے حلقہ میں ابھی تک کسی نے ہندوستان کے نصاب درس کی تاریخ اور اس کے تغیّر و ارتقاء کی تفصیل پیش کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی تھی اور یہ کام تھا بھی بہت مشکل [illegible] کھا تاکہ ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے مختلف عہدوں میں اس ملک [illegible] نصاب تعلیم کیا رہا ہے اور اس نصاب کا مرکزی

www.abulhasanalinadwi.org

مضمون کس زمانہ میں کیا تھا، کن کن مضامین اور کن کن کتابوں کا کس کس زمانہ میں اضافہ ہوا یہ ایک بڑا عظیم الشان علمی و تحقیقی کارنامہ ہے اور ایسی علمی تاریخی ریسرچ ہے جس کی جرأت ہر شخص نہیں کر سکتا، یہ کام وہی انجام دے سکتا ہے جو ہندوستان کی اسلامی تاریخ پر گہری اور نہایت وسیع نظر رکھتا ہو اور ہزاروں متعلق و غیر متعلق کتابوں اور ان کے صفحات سے یہ مواد جمع کر سکتا ہو، مولینا عبد الحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے علماء و اعیان کی تاریخ و سوانح آٹھ ضخیم جلدوں میں لکھی[1]، اور ایسی کے ساتھ ہندوستان کی علمی تاریخ علیحدہ مرتب کی[2] زندگی بھر ان کا یہ موضوع رہا اسلئے وہ اس نازک و دشوار موضوع پر قلم اٹھانے کا حق رکھتے تھے اور اس کام کی تکمیل کیلئے موزوں ترین شخص تھے انھوں نے بڑی دیدہ ریزی اور باریک بینی سے یہ مواد جمع کیا اور ہندوستان کے نصاب درس پر فاضلانہ مضمون سپرد قلم فرمایا جو ۱۹۰۹ء میں الندوہ کی جلد ششم نمبر ۱ میں شائع ہوا اور اس زمانہ میں بہت مقبول ہوا ــــــ اس زمانہ میں جب عربی مدارس کے نصاب تعلیم میں تغیر و ترمیم کا آوازہ پھر بلند اور اس کا ولولہ پھر تازہ ہو گیا ہے

---

[1] اس کتاب کا نام نزہۃ الخواطر ہے اس کے آٹھ حصے دائرۃ المعارف حیدرآباد کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔

[2] اس کا نام معارف العوارف فی انواع العلوم والمعارف ہے المجمع العلمی دمشق کی جانب سے شام میں چھپ چکی ہے۔ ۱۲

www.abulhasanalinadwi.org

اور مضمون کی اشاعت ضروری معلوم ہوتی ہے اس سے کم سے کم یہ حقیقت ضروری واضح ہوتی ہے جو نصاب تعلیم ہندوستان میں برابر بدلتا رہا اور تغیر و ترقی کے مدارج طے کرتا رہا اس کا ایسے عہد میں جو سب سے زیادہ پر از انقلابات ہے نہ بدلنا۔ ایک غیر معقول اور غیر طبعی فعل ہے علمی تاریخ کا یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ اس نصاب کی زندگی میں وقوف وجمود کا سب سے طویل عہد وہ ہے جو سب سے زیادہ تغیر و انقلابات کا طالب ہے امید ہے کہ علمی حلقوں میں یہ مضمون غور و دلچسپی سے پڑھا جائے گا اور اس سے ہماری بصیرت میں اضافہ ہوگا۔

ابوالحسن علی

www.abulhasanalinadwi.org

# ہندوستان کا نصاب درس

## اور
## اس کے تغیرات

افسوس ہے کہ ہندوستان کی علمی تاریخ نہایت تاریکی میں ہے ہم صحیح طور پر اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ وقتاً فوقتاً نصاب درس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں تاریخ سے اسی قدر سراغ ملتا ہے کہ اس سرزمین میں فاتحان ہند کے ساتھ ساتھ علم آیا تھا اور جو تبدیلیاں عراق ماوراء النہر میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھیں اس کا اثر یہاں کے نصاب پر بھی پڑتا تھا۔

سب سے پہلے سندھ اور ملتان کے ریگستانوں میں علم کے ذرے چمکے اور ان کی جگمگاہٹ اتنی بڑھتی گئی کہ رفتہ رفتہ سارے ہندوستان میں ان کی روشنی پھیل گئی اور جب ملوک غزنویہ نے لاہور کو ہندوستان کا دارالسلطنت قرار دیا تو اس شہر نے سب سے پہلے اس روشنی سے فائدہ اٹھایا۔

جب دہلی فتح ہوئی تو بادشاہوں کی قدر دانی سے علماء باکمال ہر طرف سے سمٹ سمٹ کر دہلی آنے لگے اور ایسے جلیل القدر علماء دہلی میں مجتمع ہو گئے جن کا شہرہ سن کر دور دور سے لوگ آتے اور فیضیاب ہوتے تھے۔

غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں شمس الدین خوارزمی، شمس الدین تونجی، برہان الدین بلخی، برہان الدین بزاز، نجم الدین دمشقی، کمال الدین زاہد وغیرہ جیسے بیسیوں صاحب کمال تھے جن کے علم و فضل سے دہلی کا کوچہ کوچہ قرطبہ اور بغداد کا نمونہ بن رہا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

علاءالدین خلجی کے زمانہ میں ظہیرالدین بھکری، فریدالدین شافعی، حمیدالدین مخلص شمس الدین تبتی، محی الدین کاشانی، فخرالدین ہانسوی، وجیہہ الدین رازی، تاج الدین مقدم وغیرہ چھیالیس علماء ایسے پایہ کے تھے جن کی نسبت ضیاء برنی جیسے مشہور مورخ کا خیال یہ ہے کہ دنیا میں اُن کا جواب نہیں تھا۔

محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں معین الدین عمرانی، قاضی عبدالمقتدر، مولینا خواجگی شیخ احمد تھانیسری جیسے باکمال علماء تھے جن کے دامن تربیت میں پرورش پاکر شہاب الدین دولت آبادی ملک العلماء بن کر نکلے اور ایک دنیا کی نگاہیں انکی طرف اٹھنے لگیں۔

فیروز شاہ کے عہد میں جلال الدین رومی تشریف لائے اور شاہی مدرسہ میں پرنسپل کی خدمات اُن کے سپرد کی گئیں نجم الدین سمرقندی بھی اسی زمانہ میں دہلی آئے اور اپنے فضل و کمال سے لوگوں کو مالا مال کرتے رہے۔

سکندر لودی کے زمانہ میں شیخ عبداللہ اور شیخ عزیزاللہ دونا ملتان سے آئے انھوں نے منطق و حکمت کا معیار بڑھا کر نصاب میں نمایاں ترمیم پیدا کر دیا؟

اکبر کے زمانہ میں شاہ فتح اللہ شیرازی نے آکر عضدالملک کے خطاب سے عزت پائی اور تمام ملک میں ان کی دھوم مچ گئی اسی زمانے میں حکیم شمس الدین اور ان کے بھانجے حکیم علی گیلانی کی وجہ سے طب کو فروغ ہوا اور شیخ عبدالحق نے حدیث کو رواج دیا۔

شاہجہان اور عالمگیر کے عہد حکومت میں میرزاہد کا ستارۂ اقبال چمکا اور انکی موشگافیوں نے تاج فضیلت میں چار چاند لگا دیئے گویا درس نظامیہ کی بنیاد۔

www.abulhasanalinadwi.org

انھیں کے پُر زور ہاتھوں کی ڈالی ہوئی ہے انھیں کے سلسلۂ تلمذ میں قاضی مبارک، اور شاہ ولی اللہ صاحب کا مشہور خاندان تھا جس میں جناب شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، مولوی عبدالحی، شاہ محمد اسمٰعیل، مولوی محمد اسحاق، مولوی رشید الدین خاں، مفتی صدرالدین خاں، مولوی مملوک العلی وغیرہ جیسے نامور علماء اور مدرسین پیدا ہوئے۔

لاہور میں علم کا نشو و نما دہلی سے پہلے ہوا تھا، مگر دہلی کی ترقی نے اس کو چند روز کیلئے دبا دیا تھا آخر پھر اس نے سنبھالا لیا اور جمال الدین تلہ، کمال الدین کشمیری مفتی عبدالسلام، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی وغیرہ مشاہیر کی وجہ سے ایک مدت تک علم کا پرچار رہا۔ اور ان سے ہزاروں طلباء فیضیاب ہوئے۔

جونپور میں سلاطین شرقیہ کی قدردانی سے شیخ ابوالفتح، شہاب الدین دولت آبادی مولانا الہ داد، محمد افضل، استاذ الملک ملا محمود صاحب شمس بازغہ دیوان عبدالرشید مفتی عبدالباقی، ملا نورالدین جیسے باکمال علماء وقتاً فوقتاً ہوتے رہے اور ان کا سلسلۂ تلامذہ تمام ہندوستان میں پھیل گیا۔

گجرات میں شیخ محمد طاہر فتنی صاحب مجمع البحار، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی ملا نورالدین وغیرہ نے علم کی آبیاری کی اسی زمانے میں قاضی ضیاء الدین باشندۂ نیوتنی نے گجرات جاکر شیخ وجیہ الدین کے دامن تربیت میں پرورش پائی اور اپنے اہل وطن کیلئے یہ تحفہ لائے اُن سے شیخ جمال نے فائدہ اٹھایا ان سے ملا لطف اللہ نے علم حاصل کیا۔ اُن کے شاگردوں میں ملا بیلون صاحب نورالانوار ملا علی اصغر، ملا محمد امان، قاضی علیم اللہ بہت زیادہ نامور ہوئے اور ہر ایک صاحب سلسلہ اور صاحب درس ہوگیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

لہ آباد میں شیخ محب اللہ، قاضی محمد آصف، شیخ محمد افضل، شاہ خوب اللہ شیخ محمد طاہر، حاجی محمد فاخر زائر، مولوی برکت، مولوی جار اللہ اور دیگر باکمال علماء نے ایک مدت تک سلسلۂ درس و تدریس کو گرم رکھا اور تقریباً ایک سو برس تک خوب چہل پہل رہی۔

لکھنؤ میں سب سے پہلے شیخ اعظم اس تحفہ کو جونپور سے لائے اس کے بعد شاہ پیر محمد نے بزم افادہ گرم کی اور ان کے شاگرد ملا غلام نقشبند نے اس کو خوب رونق دی اسی زمانے میں — شیخ قطب الدین سہالوی کا بھی چرچا پھیلا ہوا تھا، جو عبدالسلام ویلوی اور محب اللہ الہ آبادی کے سلسلے میں ایک نامور عالم تھے شیخ قطب الدین کی شہادت کے بعد ان کے نامور فرزند نظام الدین نے علم کے دریا بہائے لکھنؤ کو علم کا مرکز بنا دیا اور جو نصاب مقرر کیا اس کو ہندوستان کے ہر ایک درسگاہ میں بسر و چشم قبول کیا گیا اسی خاندان میں ملا حسن، بحر العلوم ملا عبین، مفتی ظہور اللہ، مولوی ولی اللہ، مفتی محمد اصغر، مفتی محمد یوسف، مولوی نعیم اللہ، مولوی نور اللہ، مولوی عبدالحکیم، مولوی عبدالحلیم، مولوی عبدالحی وغیرہ ایسے ایسے باکمال مدرسین پیدا ہوئے جن کا جواب کسی خاندان میں نہیں مل سکتا اس خاندان کے تلامذہ نے بھی ہندوستان کے ہر ایک گوشہ میں پھیل کر علم کے پھیلانے میں کوتاہی نہیں کی قطب الدین شمس آبادی، قطب الدین گوپاموی، محب اللہ بہاری، امان اللہ بنارسی، مولوی کمال الدین، مولوی برکت، مولوی محمد اللہ، مولوی یاد اللہ، مولوی فضل امام، مولوی فضل حق، اور ان کے چشم و چراغ مولوی عبدالحق وغیرہ سب اسی خرمن کمال کے خوشہ چین تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اودھ کے ایک ایک قریہ میں علم کا چرچا پھیلا ہوا تھا اور مشکل سے کوئی بدنصیب مقام ایسا ہوگا جس میں علم کی شعاعیں نہیں پہونچیں سب سے زیادہ مشہور اور نامور مقامات یہ تھے جائس، امیٹھی ہرگام، نیوتنی، گوپامئو، بلگرام، سندیلہ، کاکوری وغیرہ ان مقامات سے اس قدر کثرت کے ساتھ علماء پیدا ہوئے جن کی نظیر دوسرے ملکوں میں بمشکل مل سکتی ہے، مگر اب ہر طرف سناٹا ہے۔

اک زمانہ تھا کہ تھا ہم سے موافق روزگار — اہل علم و فضل و دانش کا نہ تھا ہم میں شمار
ایسے حاصل خیز دنیا میں نہ ہونگے کشت زار — جیسے مردم خیز تھے اسلام کے شہر و دیار

ہوتا تھا کامل تو کامل تر نظر آتا تھا یاں
سورج آتا تھا نظر گر چاند چھپ جاتا تھا یاں

یا یہ اب پہونچی ہے ہم میں نوبت قحط الرجال — ایک اٹھ جاتا ہے دنیا سے اگر صاحب کمال
دور ہا ملتا نہیں دنیا میں پھر اس کے مثال — شامت اعمال سے ہم پر یہ سارا ہے وبال

ظاہرا اب وقت آخر ہے ہماری قوم کا
مرثیہ ہے ایک کا اور نوحہ ساری قوم کا

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سہولت کے لحاظ سے نصاب درس کے چار دور قائم کریں اور جو جو کتابیں ہر دور میں مروج تھیں ان کی تفصیل جہاں تک تاریخ سے پتہ سے مشائخ کے طبقات سے شعراء کے تذکروں سے اور مکتوبات و ملفوظات سے مل سکتی ہیں یکجا کر دیں دیکھنے کو تو یہ ایک ذرا سا کام ہوگا۔ مگر مختلف کتابوں کے ہزارہا صفحے الٹنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں جو ناظرین کے سامنے آج پیش کرتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

**دور اول:** اس کا آغاز ساتویں صدی ہجری سے سمجھنا چاہئے اور انجام دسویں صدی پر اس وقت ہوا جبکہ دوسرا دور شروع ہو گیا تھا کم و بیش دو سو برس تک مندرجہ ذیل فنون کی تحصیل معیار فضیلت سمجھی جاتی تھی صرف نحو، بلاغت، فقہ، اصول فقہ، منطق، کلام، تصوف، تفسیر، حدیث،

نحو:۔ مصباح، کافیہ، لب اللباب مصنفہ قاضی ناصر الدین بیضاوی (چند دنوں کے بعد ارشاد مصنفہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی)

فقہ میں، ہدایہ،

اصول فقہ میں، منار اور اس کے شروح اور اصول بزدوی.

تفسیر میں، مدارک، بیضاوی، کشاف،

تصوف میں، عوارف اور فصوص (اور ایک زمانہ کے بعد نقد النصوص و لمعات بھی ان مدارس میں رائج ہو گئیں جو خانقاہوں سے متعلق تھے۔

حدیث میں، مشارق الانوار اور مصابیح السنۃ (یعنی مشکوٰۃ المصابیح کا متن)۔

ادب میں، مقامات حریری زبانی یاد کی جاتی تھی، حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے استاد شمس الدین خوارزمی سے (جو کہ بعد کو شمس الملک ہو گئے) مقامات حریری پڑھی تھی اور اس کے چالیس مقامے زبانی یاد کیے تھے۔

منطق میں، شرح شمسیہ،

www.abulhasanalinadwi.org

فن کلام میں، شرح عقائد اور بعض بعض مقامات پر تمہید ابو شکور سالمی اس طبقہ کے علمائے کرام کے حالات تلاش کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا ہمارے زمانہ میں منطق و فلسفہ، معیار فضیلت ہے ویسا ہی اُس زمانہ میں فقہ اور اصول فقہ معیار فضیلت تھا حدیث میں صرف مشارق الانوار کا پڑھ لینا کافی سمجھا جاتا تھا، اور جس خوش نصیب کو مصابیح ہاتھ آجاتی تھی وہ امام الدنیا فی الحدیث کا لقب کا مستحق ہو جاتا تھا۔

حدیث کے ساتھ جو بے اعتنائی اُس زمانہ میں تھی اُس کا کسی قدر اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک بار غیاث الدین تغلق کے عہد حکومت میں مسئلہ سماع کی تحقیق کے لیے جلسہ مناظرہ منعقد ہوئی۔ ایک طرف شیخ نظام الدین اولیاءؒ تھے دوسری جانب کل علمائے دہلی تھے شیخ فرماتے ہیں کہ میں جب کوئی حدیث پیش کرتا تھا تو وہ لوگ بڑی جرأت اور بیباکی سے کہتے تھے کہ اس شہر میں حدیث پر فقہی روایت مقدم سمجھی جاتی ہے کبھی کہتے تھے کہ یہ حدیث شافعی کی مسلک ہے اور وہ ہمارے علماء کا دشمن تھا۔ ہم ایسی حدیثیں سننا نہیں چاہتے شیخ فرماتے ہیں کہ جس شہر کے علماء میں اتنا مکابرہ اور عناد ہو وہ کیونکر آباد رہ سکتا ہے وہ تو اس قابل ہے کہ وہ بالکل تباہ و برباد ہو جائے۔

علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں مولانا شمس الدین ترک ایک مصری محدث ملتان تک آکر واپس گئے مگر ایک رسالہ لکھ کر بادشاہ کو بھیجدیا اس میں اس بات پر بادشاہ کو غیرت دلائی تھی کہ ہندوستان میں حدیث

www.abulhasanalinadwi.org

کیطرف مولویوں کو کچھ اعتنا نہیں ہے، دنیادار مولویوں نے یہ رسالہ بھی بادشاہ تک نہیں پہونچنے دیا۔ اس قصہ کو قاضی ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

دور دوم: نویں صدی ہجری کے آخر میں شیخ عبداللہ اور شیخ عزیز اللہ ملتان سے آئے شیخ عبداللہ دہلی میں شیخ عزیز اللہ سنبھل میں فروکش ہوئے سکندر لودی نے نہایت کشادہ دلی سے ان کا خیر مقدم کیا۔ یہاں تک کہ بادشاہ خود ان کے حلقۂ درس میں آکر شریک ہوتا تھا اور اس خیال سے کہ اُس کے آنے سے سلسلۂ درس برہم نہ ہو جائے مسجد کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر انکی تقریر سے محظوظ ہوتا رہتا تھا۔ اور بعد فراغت کے شیخ عبداللہ کی خدمت میں جاکر ملاقات کرتا تھا۔

کچھ ان دونوں کے فضل و کمال اور کچھ بادشاہ کی قدردانی سے بہت جلد ان کی علمی شہرت تمام ہندوستان میں پھیل گئی اہل فضل نے معیار فضیلت کو کسیقدر بلند کرنے کے لیے قاضی عضد کی تصانیف مطالع و مواقف اور سکاکی کی مفتاح العلوم سلسلۂ درس میں داخل کیں اور بہت جلد یہ کتابیں متداول ہوگئیں۔

ملا عبدالقادر بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں" واز جملہ علمائے کبار در زمان سلطان سکندر شیخ عبداللہ طلبی در دہلی و شیخ عزیز اللہ طلبی در سنبھل بودند و ایں ہر دو عزیز ہنگام خرابی ملتان

www.abulhasanalinadwi.org

ہندوستان آمد علم معقول را دراں دیار رواج دادند و قبل ازیں بغیر از شرح شمسیہ و شرح صحائف از علم منطق و کلام در ہند شائع نبود۔

اسی دور میں میر سید شریف کے تلامذہ نے شرح مطالع اور شرح مواقف کو رواج دیا اور تفتازانی کے شاگردوں نے مطول و مختصر کی بنیاد ڈالی اور تلویح و شرح عقائد نسفی کو رواج دیا۔

اسی زمانہ میں شرح وقایہ اور شرح ملا جامی بھی رفتہ رفتہ داخل نصاب ہو گئیں۔

اسی دور کے سب سے آخر مگر سب سے زیادہ نامور عالم شیخ عبد الحق محدث ہندوستان سے عرب تشریف لے گئے اور تین برس رہ کر علمائے حرمین محترمین سے حدیث کی تکمیل کی اور اس تحفہ کو اپنے ساتھ لائے اور انھوں نے اور ان کے نامور اولاد نے ہمیشہ اسکی اشاعت کی کوشش کی مگر افسوس ہے کہ اسکو قبولیت عام حاصل نہیں ہوئی یہ شرف زمانۂ مابعد میں جناب شاہ ولی اللہ کے واسطے رکھا گیا تھا۔ جو ان کو حاصل ہو گیا۔

اس طبقہ کے علمائے کرام کے حالات دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا ہمارے زمانے میں صدرا اور شمس بازغہ منتہائیہ کتابیں سمجھی جاتی ہیں اسی طرح اس زمانے میں مفتاح العلوم سکاکی اور قاضی عضد کے مطالع مواقف منتہائیہ کتابیں سمجھی جاتی تھیں شیخ عبد القادر نے

www.abulhasanalinadwi.org

منتخب التواریخ میں جا بجا اس کا اشارہ کیا ہے، مفتی جمال خاں کے حال میں لکھا ہے، برشرحین مفتاح محاکمہ کردہ عضدی را کہ کتاب منتہائیہ است می گویند کہ چہل مرتبہ از اول تا آخر درس گفتہ" (جلد سوم منتخب التواریخ) شیخ حاتم کے حال میں لکھا ہے، "میگفتند کہ پنجہل مرتبہ شرح مفتاح و مطول را از باو بسم اللہ تا تاء تمت درس گفتہ و بریں قیاس سائر کتب منتہائیہ"

دور سوم:۔ نصاب درس میں جو تغیر دور دوم میں ہوا تھا اُس سے لوگوں کی اُمنگیں بڑھ گئیں تھیں اور وہ معیار فضیلت کو اس سے بھی زیادہ بلند کرنے کے متمنی ہو گئے تھے اسی وجہ سے شاہ فتح اللہ شیرازی کے آتے ہی درسگاہوں میں نئی قسم کی چہل پہل نظر آنے لگی دربار اکبری نے ان کو عضد الملک کا خطاب دیکر اپنی قدر دانی کا ثبوت دیا اور علماء نے نصاب درس کے اس اضافہ کو فوراً منظور کر لیا۔ جس کو شاہ فتح اللہ شیرازی نے پیش کیا تھا۔

مآثر الکرام میں میر غلام علی آزاد نے مندرجہ ذیل عبارت میں اس کا اعتراف کیا ہے، "تصانیف علمائے متاخرین دلایت مثل محقق دوانی و میر صدر الدین و میر غیاث الدین، منصور و مرزا جان میر ہندوستان آور د در حلقہ درس انداخت و جم غفیر از حاشیہ محفل استفادہ کردند وازاں عہد معقولات را رواجی دیگر پیدا شد"

www.abulhasanalinadwi.org

مگر یہ نہایت بے انصافی ہوگی اگر ہم شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کو اس موقع پر بھول جائیں، یہ بزرگ محقق دوانی کے بیک واسطہ شاگرد تھے اور سب سے پہلے متاخرین کی تصنیفات کو انھوں نے رواج دیا اور اس چشمۂ فیض سے صرف گجرات ہی سیراب نہیں ہوا بلکہ اس کی چھینٹیں وسط ہند تک پہونچیں قاضی ضیاءالدین نیوتنی کے باشندہ تھے، وہ گجرات سے یہ تحفہ لے کر آئے اور شیخ جمال نے ان سے حاصل کرکے دور دور تک پھیلایا۔ ملا لطف اللہ، شیخ جمال کے ممتاز شاگرد تھے اُن سے ملا جیون صاحب نور الانوار ملا علی اصغر، قاضی علیم اللہ، ملا محمد زمان وغیرہ نے حاصل کیا، جن میں کا ہر ایک صاحب سلسلہ اور صاحب درس تھا۔ یہ تو ہوا مگر اس درس کو قبولیت عام اُس وقت حاصل ہوئی جب شاہ فتح اللہ شیرازی نے اس کو رواج دیا۔ اور ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد ہندوستان بھر میں پھیل گئے اس لحاظ سے میر آزاد کا لکھنا بھی صحیح ہے۔

مفتی عبد السلام، شاہ فتح اللہ کے جلیل القدر شاگرد تھے انھوں نے چالیس سال تک لاہور میں بیٹھکر درس دیا اور ہزاروں کو فائدہ پہونچایا۔ مگر ہزاروں میں ایک ہی دو ایسے ہوتے ہیں جن کو ناموری اور بقائے دوام کے دربار سے سند ملتی ہے۔ دیوہ کے مفتی عبد السلام

www.abulhasanalinadwi.org

الہ آباد کے شیخ محب اللہ انھیں خوش نصیبوں میں تھے جو لاہور سے پڑھ کر آئے اور اپنے لیے سند فضیلت علیحدہ قائم کردی شیخ قطب الدین سہالوی انھیں دونوں کے بیک واسطہ شاگرد ہیں جو ملا نظام الدین بانی درس نظامیہ کے پدر بزرگوار تھے۔

شاہ ولی اللہ المتوفی ۱۱۷۶ھ نے (جو اس دور کے سب سے آخر مگر سب سے زیادہ نامور عالم تھے) الجزء اللطیف میں اپنی خواندگی یوں ظاہر فرمائی ہے،

نحو میں، کافیہ، شرح جامی،

منطق میں، شرح شمسیہ، شرح مطالع،

فلسفہ میں، شرح ہدایۃ الحکمۃ،

کلام میں، شرح عقائد نسفی، معہ حاشیہ خیالی، شرح مواقف،

فقہ میں، شرح وقایہ، ہدایہ، (کامل)

اصول فقہ میں حسامی اور کسی قدر توضیح تلویح، بلاغت میں، مختصر، مطول،

ہیئات وحساب میں، بعض رسائل مختصرہ، طب میں، موجز القانون،

حدیث میں، مشکوٰۃ، مصابیح، کل، شمائل ترمذی کل، کسی قدر صحیح بخاری

تفسیر میں، مدارک، بیضاوی،

تصوف وسلوک میں، عوارف، رسائل نقشبندیہ، شرح رباعیات جامی

مقدمہ شرح لمعات، مقدمہ نقد النصوص

www.abulhasanalinadwi.org

اس قدر پڑھنے کے بعد شاہ صاحب عرب گئے اور وہاں کئی برس رہکر شیخ ابوطاہر مدنی سے فن حدیث کی تکمیل فرمائی اور ہندوستان کو یہ تحفہ لے کر آئے اور ایسی سرگرمی سے اس کی اشاعت فرمائی کہ باوجود کساد بازاری کے اب تک اُس کا اثر باقی ہے درحقیقت صحاح ستہ کے درس وتدریس کا ہندوستان میں رواج اُسی وقت سے ہوا جبکہ شاہ صاحب اور ان کے نامور اخلاف نے اس کو رواج دیا اور اپنی اپنی عمر عزیز کا بیش بہا حصہ اس کی اشاعت میں صرف کر دیا۔

شاہ صاحب نے اپنی طرز کا ایک جدید نصاب بنایا تھا مگر چونکہ اس زمانے میں علم کا مرکز ثقل دہلی سے لکھنؤ کو منتقل ہو چکا تھا۔ اور تمام درسگاہوں میں منطق وحکمت کی چاشنی سے لوگوں کے کام و زبان آشنا ہو رہے تھے اُس نصاب کو قبولیت حاصل نہیں ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے نامور بیٹوں نے زمانے کی روش سے مجبور ہو کر اس کو رواج دینے کی کوشش بھی نہیں کی۔

دور چہارم۔ چوتھا دور بارہویں صدی ہجری میں قائم ہوا اور ملا نظام الدینؒ نے ایسے پُرزور ہاتھوں سے اس کی بنیاد رکھی کہ اب تک باوجود استداد زمانہ کے اس میں کا ایک شوشہ بھی کم نہیں کیا گیا۔ ملا نظام الدین جناب شاہ ولی اللہؒ کے معاصر تھے لہٰذا اُن کے زمانے میں

www.abulhasanalinadwi.org

وہی کتابیں رائج تھیں جو شاہ صاحب کے نصاب درس میں تھیں ان پر ملا صاحب نے حسب ذیل ترمیم فرمائی۔

منطق میں، بجائے شرح مطالع کے سلم العلوم میر زاہد رسالہ، میر زاہد ملا جلال، فلسفہ میں، شمس بازغہ پڑھایا،

کلام میں، میر زاہد، شرح مواقف،

اصول فقہ میں، بجائے حسامی کے نور الانوار، مسلم الثبوت (مبادی کلامیہ)

تفسیر میں، بجائے مدارک کے جلالین اس نصاب کی ترمیم واضافے کے بعد مندرجہ ذیل شکل قائم ہوئی۔

صرف میں، میزان منشعب، صرف میر، پنج گنج، زبدہ، فصول اکبری، شافیہ

نحو میں، نحو میر، شرح مأۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی،

منطق میں، صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، تہذیب شرح تہذیب، قطبی میر قطبی، سلم العلوم،

حکمت میں، میبذی، صدرا، شمس بازغہ،

ریاضی میں، خلاصۃ الحساب، تحریر اقلیدس، مقالہ اولیٰ، تشریح الافلاک رسالہ قوشجیہ، شرح چغمینی باب اول،

بلاغت میں، مختصر معانی، مطول تاما، اناقلت،

فقہ میں، شرح وقایہ اولین، ہدایہ اخیرین،

اصول فقہ میں، نور الانوار، توضیح تلویح، مسلم الثبوت، (مبادی کلامیہ)

www.abulhasanalinadwi.org

کلام میں، شرح عقائد نسفی، شرح عقائد جلالی، میرزاہد، شرح مواقف
تفسیر میں جلالین، بیضاوی،
حدیث میں، مشکوٰۃ المصابیح،

اس نصاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں امعان نظر اور قوت مطالعہ کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ طلباء میں (بشرطیکہ تحقیق کے ساتھ پڑھا ہو) قوت مطالعہ وقت نظر احتمال آفرینی اور قوت تقریبہ پیدا ہو جاتی ہے کسی فن میں طالب علم کو بالفعل کمال حاصل نہیں ہوتا مگر وہ اپنے شوق اور جانفشانی سے جس علم میں چاہے کمال پیدا کر سکتا ہے،

میں نے تحقیق کے ساتھ پڑھنے کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اب طریقۂ تعلیم بگڑ گیا ہے، ملا نظام الدینؒ کا طریقۂ درس یہ تھا کہ وہ کتابی خصوصیتوں کا چنداں لحاظ نہیں کرتے تھے بلکہ کتاب کو ایک ذریعہ قرار دیکر اصل فن کی تعلیم دیتے تھے اسی طرز تعلیم نے ملا کمال الدین، بحر العلوم، حمد اللہ جیسے اہل کمال پیدا کیے تھے،

## اب نصاب تعلیم کیا ہے

اس زمانہ میں جو نصاب تعلیم رائج ہے وہ درس نظامیہ کی بگڑی ہوئی صورت ہے کیونکہ درس نظامیہ میں منطق میں مندرجہ ذیل کتابوں کا

www.abulhasanalinadwi.org

اضافہ بغیر فکر و غور کے خود بخود ہو گیا ہے، غلام یحییٰ، ملا حسن، حمد اللہ قاضی مبارک اور بعض مقامات پر شرح سلم عبد العلی بحر العلوم اور حاشیہ عبد العلی بر میر زاہد رسالہ اور کہیں کہیں شرح سلم ملا مبین بھی۔

اس اضافہ کی تاریخ بہت دلچسپ ہے مولوی محمد فاروق صاحب جریاکوٹی اپنے استاد مفتی محمد یوسف رح سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے بچپن میں شرح سلم علی العموم رائج نہیں تھی بلکہ قاضی مبارک کے شاگرد مولوی مدن وغیرہ اپنے شاگردوں کو سلم کے ساتھ شرح سلم قاضی مبارک بھی پڑھاتے تھے اور ملا حسن کے شاگرد شرح سلم ملا حسن پڑھاتے تھے اور بحر العلوم کے خاندان میں شرح سلم بحر العلوم رائج تھی اور حمد اللہ کے تلامذہ اپنے استاد کی شرح پڑھاتے تھے، پڑھانے میں ایک دوسرے پر لوگ جھوک بھی ہوتی جاتی تھی اسلئے ایک کو دوسرے کی کتاب کا دیکھنا ضروری تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ یہ سب کتابیں درس میں داخل ہو گئیں جن کو ہم اگر کہنا چاہیں تو صحیح طور پر۔ ناخواندہ مہمان یا سبزہ خودرو سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اس انتخاب کے حسن و قبح پر بارہا مفصل اور بسیط تقریریں ندوۃ العلماء کے جلسوں میں کی گئی ہیں اور بڑے بڑے مضامین

www.abulhasanalinadwi.org

لکھے گئے ہیں لہٰذا مجھ کو اسکی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ میں استیعاب کے ساتھ اُن تقریروں کا اعادہ کروں، ضرورت مقام کے لحاظ سے صرف ان نقائص کو بدفعات ذیل میں بیان کرتا ہوں جو وقتاً فوقتاً ظاہر کیے گئے ہیں۔

(۱) اس نصاب میں قوت مطالعہ کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے اور تحصیل فن کی طرف توجہ کم کی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ طلباء میں ضرورت سے زیادہ احتمال آفرینی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن کسی فن میں کمال حاصل نہیں ہوتا۔

(۲) منطق کی کتابیں ضرورت سے بہت زیادہ ہو گئیں ہیں شروع سے لیجئے تو پندرہ (۱۵) کتابیں صرف منطق کی اس نصاب میں ہیں، صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، قال اقول، میزان منطق، تہذیب شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، ملاحسن، حمداللہ میرزاہد رسالہ، غلام یحییٰ میرزاہد، ملا جلال، قاضی مبارک،

(۳) منطق کی پندرہ کتابیں نصاب درس میں ہیں، اور تفسیر کی صرف دو کتابیں، بیضاوی اور جلالین، بیضاوی کے صرف ڈھائی پارے پڑھائے جاتے ہیں جلالین پوری پڑھائی جاتی ہے لیکن اس کے اختصار کا حال یہ ہے کہ اس کے الفاظ و حروف قرآن مجید کے الفاظ و حروف کے برابر ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

(۴) حدیث و تفسیر کو ادب و عربیت سے مدد حاصل ہوتی ہے، اس کا حصّہ بہت کم ہے بلاغت میں صرف دو کتابیں درس میں ہیں مختصر و مطول پوری پڑھائی جاتی ہے اور مطول ما اقلت تک یعنی ہر سے بھی کم۔

(۵) منطق کی کتابیں جو درس میں داخل ہیں اُن میں خلط مبحث بہت ہے، ملاحسن، حمد اللہ قاضی ہیں تو منطق لیکن ان میں منطق کے جس قدر مسائل ہیں اس سے کہیں زیادہ امور عامہ اور فلسفہ کے مسائل ہیں، جعل بسیط اور جعل مرکب، علم باری کلی طبعی، کا وجود فی الخارج وغیرہ وغیرہ ایسے اہم مسائل جن میں مصروف ہو کر طالب العلم کو منطق کے خاص مسائل کی طرف بہت کم توجہ ہو سکتی ہے۔

(۶) اس نصاب میں جغرافیہ، تاریخ، علم اعجاز القرآن اور ضروری علوم بالکل نہیں۔

## نصاب درس جو بالفعل مروّج ہے

صرف میزان، منشعب پنج گنج، زبدہ، دستور المبتدی، صرف میر، فصول اکبری، شافیہ، نحو، نحو میر شرح مأۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح ملا تا منصوبات اور بعض درسگاہوں میں تا بحث فعل، بلاغت مختصر معانی تمام مطول تا ما اقلت، ادب

www.abulhasanalinadwi.org

نفحۃ الیمن، سبعۂ معلقہ، دیوان متنبی، مقامات حریری، دیوان حماسہ
فقہ، شرح وقایہ اولین، ہدایہ اخیرین، اصول فقہ، نورالانوار
توضیح تلویح، مسلم الثبوت، مسلم الثبوت اصول فقہ میں ہے مگر جسقدر
اس کا حصہ زیر درس ہے وہ درحقیقت فن کلام کا ایک ٹکڑا ہے
لہٰذا اس کو فن کلام میں داخل کرنا چاہئے جیساکہ ہم نے کیا ہے۔
منطق، صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، قال اقول، میزان منطق، تہذیب
شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، ملاحسن، حمداللہ، قاضی مبارک
میرزاہد رسالہ، حاشیہ غلام یحییٰ بر میرزاہد رسالہ میرزاہد ملاجلال،
حکمت، میبذی، صدرا، شمس بازغہ،
کلام، شرح عقائد نسفی، خیالی، میرزاہد الورعاۃ،
ریاضی، تحریر اقلیدس، مقالۂ اولیٰ، خلاصۃ الحساب، تصریح، شرح
تشریح، شرح چغمینی، نصف شریفیہ، مناظرہ، رشیدیہ،
تفسیر، جلالین، بیضاوی، تاسورۂ بقر،
اصول حدیث، شرح نخبۃ الفکر
حدیث، بخاری، مسلم، مؤطا، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ،

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اس نصاب میں منطق کی جس قدر کتابیں پڑھ
گئیں ہیں وہ ہر درسگاہ میں علی العموم رائج ہیں اور ادب وحدیث کی جو کتابیں
درج کی گئی ہیں وہ سب جگہ رائج نہیں بلکہ جس کو ادب کا شوق ہوتا ہے وہ کتب

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ ادب کی ان کتابوں کو بھی پڑھ لیتا ہے بشرطیکہ اس کو پڑھانے والا بھی مل جائے میرے خیال میں ایک فیصدی اس کے پڑھنے والے ہوں گے۔

جس کو حدیث پڑھنے کا شوق ہوتا ہے وہ کتب درسیہ کے پڑھنے کے بعد ایسے مقامات پر سفر کرکے جاتا ہے جہاں حدیث کے پڑھانے والے اس کو مل سکیں۔

لہٰذا میرے خیال میں وہ نصاب درس جو آجکل بلا استثنا ہر مدرسہ میں پڑھا جارہا ہے اُس سے ادب و حدیث کی کتابوں کو خارج سمجھنا چاہیئے

سید عبدالحی

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org